کیا اور اس کے اصول اور قاعدے مقرّر کیے۔ تم جاننا چاہو گے کہ باقی تین ستون کون تھے تو سنو وہ ستون تھے مرزا مظہر جانِ جاناں، مرزا محمد رفیع سودا اور میر تقی میر۔ ان لوگوں سے پہلے اردو شاعری کا دامن بہت تنگ تھا۔ اس میں صرف غزلیں لکھی جاتی تھیں اور غزلوں میں بھی سطحی اور پست خیالات ہوتے۔ زبان بھی بہت ٹوٹی پھوٹی اور ناہموار تھی۔ بات کو گھما پھرا کر بیان کرنے کو استادی سمجھا جاتا تھا۔ الفاظ کے الٹ پھیر کو کمالِ شاعری خیال کیا جاتا تھا۔ غرض یہ کہ خیال اور اندازِ بیان دونوں کے اعتبار سے شاعری بہت محدود تھی۔ ان چاروں استادوں نے شاعری کی ان خامیوں کو دور کیا۔ اس کے اصول اور قاعدے مقرّر کیے۔ بات کو ادا کرنے کے لیے سادہ اور براہِ راست انداز اختیار کیا۔ خیالات میں وسعت پیدا کی اور عشقیہ خیالات کے علاوہ شاعری کی دوسری قسمیں جو عربی یا فارسی شاعری میں رائج تھیں ان کو اردو میں بھی رائج کیا۔ جیسے مرثیہ، قصیدہ، مثنوی وغیرہ۔ اس طرح شاعری میں وسعت پیدا ہوئی اور جو اردو میں شاعری کرنا اپنے لیے باعثِ شرم خیال کرتے تھے۔ اب فارسی کو چھوڑ کر اردو میں شعر کہنے لگے۔ اسی لیے ان کو اردو شاعری کے چار ستون کہا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سی خصوصیات تھیں جن کی بنا پر درد کی شاعری کو عوام اور خواص میں اتنی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اگرچہ ان کا دیوان بہت مختصر ہے پھر بھی یہ دوسرے شاعروں کے موٹے اور بڑے دیوانوں پر کیوں بھاری ہے؟ ان کی شاعری کو ذیل کی خصوصیات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

سادگی اور شیرینی

درد کے دیوان پر نظر ڈالتے ہی سب سے پہلے جس خصوصیت کا اندازہ ہوتا ہے ان کا سیدھا سادہ اندازِ بیان ہے۔ جس طرح ان کی زندگی سادہ تھی۔ اسی طرح ان کی شاعری میں بھی کسی قسم کی بناوٹ یا تکلف نہیں پایا جاتا۔ خواہ وہ عشقیہ خیالات ہوں یا اخلاق اور تصوّف کے مضامین۔ وہ انھیں ایسے آسان اور سادہ انداز میں پیش کرتے ہیں کہ ہر ایک کی سمجھ میں بخوبی آجاتے۔ ویسے تو دہلی کے شاعروں کی خصوصیت ہی سادگی کہی جاتی ہے۔ یہاں کے لوگوں نے عموماً رنگینی اور بات کو بڑھا چڑھا کر اور معمّہ بنا کر پیش کرنے سے پرہیز کیا ہے۔ لیکن سادگی میں درد کا مقابلہ

Dr. Rizwana Perween
B.A (Hon.) Part - I
Paper - Ist
Topic - Meer Dard

درد کی شاعرانہ خصوصیات

درد کے زمانہ اور ماحول کے بارے میں ان کے خاندان اور مزاج کے متعلق بھی گذشتہ صفحات میں تفصیل سے ذکر آچکا ہے۔ اب ہم ان کی شاعری کی خصوصیات بھی بتائیں گے اور مثالوں سے ان کی وضاحت کریں گے۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ آدمی اپنی تحریروں سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی بات کو انگریزی میں کسی نے اس طرح ادا کیا ہے۔ STYLL IS THE MAN ویسے تو دنیا میں ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کے قول اور عمل میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے جو باتیں بہت اونچی کرتے ہیں مگر زندگی میں ان باتوں میں سے کسی پر عمل نہیں کرتے۔ جن کی شاعری اور تصنیفات پڑھ کر ہم ان کی جو تصویر اپنے دماغ میں بناتے ہیں وہ اس سے بالکل مختلف نظر آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی بات میں زیادہ اثر نہیں ہوتا اور ان کی شہرت وقتی ہوتی ہے۔ کچھ زمانہ گذرنے پر ان کی حقیقت کھل جاتی ہے اور کسی پر ان کا اثر نہیں ہیں لیکن جو بڑے شاعر یا ادیب ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی اور شاعری میں یہ فرق نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی تحریروں کے آئینے میں ہم ان کی زندگی کی سچی اور مکمل تصویر دیکھ سکتے۔ ان کی باتوں میں کوئی دکھاوا، نقالی یا بناوٹ نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ جیسا سوچتے اور محسوس کرتے ہیں اسی کا اظہار شاعری میں بھی کرتے ہیں اور جب شاعری کی زبان میں یہ سچائی اور خلوص پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا کلام امر اور لافانی ہو جاتا ہے۔ ایسی شاعری کو ہر دور اور ہر زمانہ میں مانا جاتا ہے چاہے کوئی ان باتوں سے اتفاق نہ رکھتا ہو پھر بھی اس کی بڑائی کا اقرار ضرور کرتا ہے۔

جس سچے شاعر کا ذکر اوپر آیا اسی قسم کے شاعر خواجہ میر درد بھی تھے۔ انھوں نے جیسی زندگی گذاری، جن چیزوں پر ان کا ایمان اور یقین تھا وہی خیالات ہمیں ان کی شاعری میں بھی ملتے ہیں۔ ان کی زندگی اور شاعری میں کوئی فرق نظر نہیں آتا یہی سبب ہے کہ آج ان کا درجہ اردو شاعری میں بہت اونچا مانا جاتا ہے اور انھیں اردو شاعری کی عمارت کے چار ستونوں میں سے ایک ستون کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جنھوں نے شاعری کو ترقی دی اس کو بہت سی خامیوں اور برائیوں سے پاک

کوئی شاعر نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ میر تقی میر جن کو خدائے سخن کہا جاتا ہے ان کے یہاں بھی ہمیں ایسی گھلاوٹ اور صفائی نہیں ہے اور کہیں کہیں ان کے اشعار میں ایسے الفاظ بھی مل جاتے ہیں جو نہ صرف یہ کہ زبان سے مشکل سے ادا ہوتے ہیں بلکہ جو سننے میں بھی کانوں کو بھلے نہیں لگتے۔ میر کی شاعری کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے اچھے اشعار تو بہت اعلیٰ ہیں لیکن پست اشعار بہت پست ہیں۔ مگر درد کی شاعری میں یہ عیب بالکل نہیں ملے گا۔ شروع سے آخر تک ایک ہی طرح کی سیدھی سادی اور دل میں اتر جانے والی شاعری ہے۔ کہیں الفاظ میں جھول یا اونچ نیچ نہیں پائی جاتی۔ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ درد نے شاعری کو اپنا پیشہ نہیں بنایا تھا کہ اپنے دیوان میں اضافہ کرنے کے لیے بلاضرورت شعر کہیں۔ وہ شعر اسی وقت کہتے تھے جب ان کے پاس کہنے کے لیے کوئی بات ہوتی تھی۔ اس لیے ان کے یہاں بھرتی کے اشعار نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان کا دیوان مختصر تو ہے مگر بہترین انتخاب ہے۔ ان کے یہاں سادگی ان کے درویشانہ اور فقیرانہ مزاج کے سبب سے آئی ہے۔ ایک درویش اور دنیادار انسان میں یہ فرق ہوتا ہے کہ عام آدمی دوسروں کی زبان سے اپنی تعریف سننے اپنی بڑائی منوانے اور اپنے کو سب سے بڑھ کر ثابت کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ مگر ایک درویش کو کسی تعریف یا برائی کی فکر نہیں ہوتی۔ وہ صرف دل کا کہنا کرتا ہے اور ظاہری دکھاوے سے بے نیاز ہوتا ہے۔ درد چونکہ سچے درویش تھے اس لیے انہیں کسی قسم کا تکلف اور بناوٹ پسند نہ تھی یہی انداز ان کی شاعری کا بھی ہے ان کے یہ اشعار پڑھو۔

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا — تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں — ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
جگ میں کوئی نہ ٹک ہنسا ہوگا — کہ نہ ہنسنے میں رو دیا ہوگا
کھل نہیں سکتی ہیں اب آنکھیں میری — جی میں یہ کس کا تصور آگیا
قاصد نہیں یہ کام ترا اپنی راہ لے — اس کا پیام دل کے سوا کون لا سکے
زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے — ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے
دوستو! دیکھا تماشا یاں کا بس — تم رہو اب ہم تو اپنے گھر چلے

درد کے یہ اشعار انتہائی سادہ اور سہل ہونے کے ساتھ ساتھ بہت دل کش اور پر تاثیر ہوتے ہیں۔

—×—